شمارہ نمبر ۱۲

ستمبر ۲۰۱۹

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

دوماہی مجلّہ

الاجماع

* مرسل معتضد کی بحث اور اہل حدیث علماء کے اعتراضات کے جوابات * امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) کی نظر میں امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ ہیں * قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) ائمہ کی نظر میں۔

ALIJMA

FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن


بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرسل معتضد کی بحث

اور

اہل حدیث علماء کے اعتراضات کے جوابات۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

مرسل معتضد کے سلسلے میں امام شافعیؒ کے ارشاد اور اس کی شرح :

مشہور ثقہ مجتہد، ناصر الحدیث، امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م ۲۰۴؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

المنقطع مختلف فمن شاهدَ أصحاب رسول الله من التابعين، فحدَّث حديثاً منقطعاً عن النبي: اعتُبر عليه بأمور:

منها: أن ينظر إلى ما أَرسل من الحديث، فإن شَرِكَه فيه الحفاظ المأمونون، فأسندوه الى رسول الله بمثل معنى ما روى: كانت هذه دلالةً على صحة مَن قبل عنه وحفظه.

وإن انفرد بإرسال حديث لم يَشركه فيه من يُسنده قُبِل ما ينفرد به من ذلك.

ويعتبر عليه بأن ينظر: هل يوافقه مرسِل غيره ممن قُبل العلم عنه من غير رجاله الذين قُبل عنهم؟

فإن وُجد ذلك كانت دلالةً يَقوى له مرسلُه، وهي أضعف من الأولى.

وإن لم يوجَد ذلك نُظر إلى بعض ما يُروى عن بعض أصحاب رسول الله قولاً له، فإن وُجد يوافق ما روى عن رسول الله كانت في هذه دلالة على أنه لم يأخذ مرسَلَه إلا عن أصل يصح إن شاء الله.

وكذلك إن وُجد عوامٌّ من أهل العلم يُفتون بمثل معنى ما روى عن النبي.

قال "الشافعي": ثم يُعتبر عليه: بأن يكون إذا سمى من روى عنه لم يسمِّي مجهولاً ولا مرغوباً عن الرواية عنه، فيُستدل بذلك على صحته فيما روى عنه.

ویکون إذا شَرِكَ أحداً من الحفاظ في حدیث لم یخالفه، فإن خالفه وُجد حدیثه أنقصَ: کانت في هذه دلائل علی صحة مخرج حدیثه.

ومتی ما خالف ما وصفت أضرَّ بحدیثه، حتی لا یسع أحداً منهم قبول مرسله

قال: وإذا وجدت الدلائل بصحة حدیثه بما وصفت أحببنا أن نقبل مرسله

امام شافعیؒ کی شرائط کا خلاصہ:

قبول مراسیل کیلئے امام شافعیؒ نے ۷ شرائط ذکر کی ہیں، ۳ مرسِل کے لئے اور '۴' اس مرسَل روایت کے لئے:

مرسِل (ارسال کرنے والے) کے لئے شرائط:

(۱) کبار تابعین میں شمار کیا جاتا ہو۔ **(بنیادی شرط)**[1]

(۲) مرسِل: غیر ثقہ، مجہول سے روایت کرنے کا عادی نہ ہو۔

(۳) اس کی مرفوع حدیثیں شاذ نہ ہوں۔

مرسَل روایت کے لئے شرائط:

(۱) وہ مرسَل روایت کسی دوسری طریق سے متصل و مسند آئی ہو۔

(۲) کسی دوسری طریق سے مرسلاً مروی ہو۔

(۳) صحابہ کرامؓ کے فتاوی سے اس کی توثیق ہو رہی ہو۔

(۴) جمہور اہل علم کے درمیان مقبول ہو۔

(**ماخوذ من کتاب الرسالہ للشافعی** بحوالہ علوم الحدیث مطالعہ و تعارف: **ص ۱۳۳-۱۳۴**، طبع مقامی جمعیت اہل حدیث، علی گڑھ، یوپی)

---

[1] اس شرط کو بنیادی شرط کہنے کی وجہ آگے آرہی ہے۔

ایک اہم وضاحت:

یہاں پر امام شافعیؒ نے ۷ شرائط ذکر کی ہیں: **لیکن ان ۷ شرائط کے ذکر کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرسَل اسی وقت حجت ہوسکتی ہے جب ۷ کے ۷ مکمل شرائط اس مرسِل اور مرسَل روایت میں پائی جائیں۔**

بلکہ **ان کے نزدیک اگر مرسِل (ارسال کرنے والے) صرف کبار تابعین میں سے ہوں، اور اس مرسِل (ارسال کرنے والے) کی مرسَل روایت میں، امام شافعیؒ کی مرسَل روایت کیلئے ذکر کردہ درج ذیل ۴ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی پائی جائے، تو وہ ان کے نزدیک حجت ہوگی۔** وہ ۴ شرائط یہ ہیں:

(۱) وہ مرسَل روایت کسی دوسری طریق سے متصل و مسند آئی ہو۔

(۲) کسی دوسری طریق سے مرسلاً مروی ہو۔

(۳) صحابہ کرامؓ کے فتاوی سے اس کی توثیق ہورہی ہو۔

(۴) جمہور اہل علم کے درمیان مقبول ہو۔

خلاصہ یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث مرسَل اس وقت حجت اور مقبول ہوگی، جبکہ ارسال کرنے والا تابعی کبار تابعین میں سے ہو، اور ان کی ذکر کردہ مرسَل حدیث کے لئے شرائط میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے۔

امام شافعیؒ کے کلام سے اس کی دلیل:

کتاب الام میں موجود امام شافعیؒ کے کلام میں "**إن لم يوجد**" اگر یہ شرط نہ پائی گئی تو۔۔۔ یہ الفاظ صاف طور سے دلالت کررہے ہیں کہ ان کے نزدیک مرسل حدیث کے لئے مذکورہ بالا تمام شرائط کا یکجا ہونا ضروری نہیں۔

دیکھئے: **مناقب الشافعی للبیہقی: ج ۲: ص ۳۱، المدخل للبیہقی: ج ۱: ص ۳۴۷، الکفایۃ للخطیب: ص ۴۰۵۔**

امام شافعیؒ کے کلام کی شرح ائمہ محدثین سے:

(۱) امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ:

فالشافعي رحمه الله، يقبل مراسيل كبار التابعين إذا انضم إليها ما يؤكدها

امام شافعیؒ کبار تابعین کی مراسیل کو اس وقت قبول کرتے ہیں جبکہ دوسری روایت سے اس کی تائید ہوتی ہو۔ **(مناقب الشافعی: ج ۲: ص ۳۲)**۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرسَل روایت کو کسی ایک بھی شرط سے تائید مل جائے، تو یہ ان کے نزدیک مرسل کے حجت ہونے کے لئے کافی ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)**۔

(۳) امام نوویؒ **(م ۶۷۶ھ)** وغیرہ نے امام شافعیؒ **(م ۲۰۴ھ)** کے کلام کو مختصراً ذکر کیا کہ:

"یقبل إن اعتضد بمجیئہ من وجہ آخر یباین الطرق الأولی مسندا کان أو مرسلا؛ لیترجح احتمال کون المحذوف ثقۃ فی نفس الأمر"

مرسَل کو قبول کیا جائے گا اگر وہ دوسرے طریق سے مسنداًیا مرسلاً آئی ہو، تاکہ (ارسال میں) محذوف راوی کے ثقہ ہونے کا احتمال راجح ہو جائے۔ **(نزہۃ النظر لابن حجر: ص ۸۳، تحقیق عتر، شرح مسلم للنووی: ج ۱: ص ۳۰)**۔

ان ائمہ نے بھی امام شافعیؒ کے شرائط کا مقصد اصل میں کسی ایک شرط سے مرسل روایت کو تائید حاصل ہونا مراد لیا ہے۔

(۴) حافظ ابن کثیرؒ **(م ۷۷۴ھ)** کہتے ہیں کہ:

" الذي عول علیہ کلامہ في الرسالۃ "أن مراسیل کبار التابعین حجۃ، إن جاءت من وجہ آخر ولو مرسلۃ، أو اعتضدت بقول صحابي أو أکثر العلماء، أو کان المرسل لو سمی لا یسمي إلا ثقۃ، فحینئذ یکون مرسلہ حجۃ، ولا ینتہض إلی رتبۃ المتصل"

کتاب الرسالۃ **(ص: ۴۶۱)** میں امام شافعیؒ کا کلام، جس پر اعتماد کیا گیا ہے یہ ہے کہ کبار تابعین کی مرسل روایات اگر دوسری سند سے آجائیں چاہے یہ سند مرسل ہی ہو یا کسی صحابی یا جمہور علماء کا قول اس کا مؤید ہو یا ارسال کرنے والے (تابعی) جب اپنے استاد کا نام لیں تو صرف ثقہ کا ہی نام لیں، اس حالت میں ان کی مرسل حجت ہوتی ہے اور یہ متصل کے درجے تک نہیں پہنچتی۔ **(اختصار علوم الحدیث مع الباحث الحثیث: ص ۴۹، اختصار علوم الحدیث مترجم: ص ۳۷)**۔

(۵) حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳؁ھ) کہتے ہیں کہ :

" نص الشافعي رضي الله عنه في مراسيل التابعين: أنه يقبل منها المرسل الذي جاء نحوه مسندا، وكذلك لو وافقه مرسل آخر "

تابعین کی مراسیل کے سلسلہ میں امام شافعیؒ نے تصریح کی کہ وہ اس مرسل کو جو اسی طرح مسند بھی آئی ہو، قبول کرتے ہیں، اور ایسے ہی اگر دوسری مرسل اسکے موافق آجائے تب بھی امام شافعیؒ اس مرسل کو قبول کرتے ہیں۔ **(مقدمہ ابن الصلاح: ص ۳۲، ت عتر)**،

(۶) حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴؁ھ) (امام مسلم کا قول کہ مرسل حجت نہیں ہے، کے بعد) کہا کہ :

" نعم إن صح مخرج المرسل كمجيئه من وجه آخر مسندا أي وإن كان ضعيفا كما أسلفنا في آخر النوع الثاني أو مرسلا أرسله من أخذه من غير رجال الأول قلت أو قول صحابي أو عوام أهل العلم كما قاله الشافعي في الرسالة أو فعل صحابي أو بقياس أو بقول الأكثرين أو ينتشر من غير دافع أو يعمل به أهل العصر أو لا دلالة سواه كما قاله الشافعي في الجديد كما أفاده الماوردي أو عرف أنه لا يرسل إلا عن عدل كان صحيحا ويتبين بذلك صحة المرسل "

البتہ اگر مرسل کا مخرج صحیح ہو، جیسے کہ دوسرے طریق سے مسنداً آجائے، بھلے وہ طریق ضعیف ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے نوع ثانی کے اخیر میں، یا یہ کہ (وہ مرسل روایت) کسی دوسری سند سے بھی مرسلا آجائے، میں کہتا ہوں یا یہ کہ کسی صحابیؓ کا قول یا عامۃً علماء کا قول (اس مرسل کے موافق ہو) جیسا کہ امام شافعیؒ نے رسالہ میں کہا ہے، یا یہ کہ صحابیؓ کا عمل یا قیاس یا اکثر کا قول (اس کے موافق ہو) یا یہ کہ بغیر کسی خاص وجہ کے وہ مرسل پھیل چکی ہو، یا یہ کہ کسی زمانہ میں اس پر عمل کیا گیا ہو، یا یہ کہ اس کے علاوہ کوئی دلیل نہ ہو، جیسا کہ امام شافعیؒ نے قول جدید میں کہا ہے، جیسا کہ امام ماوردیؒ نے بیان کیا ہے، یا ارسال کرنے والے کے بارے میں یہ معروف ہو کہ وہ عدل راوی سے ہی ارسال کرتا ہے، تو وہ مرسل روایت صحیح ہوگی اور اس کے ذریعہ مرسل کی صحت واضح ہوگی۔ **(المقنع لابن الملقن: ج ۱: ص ۱۳۵)**،

(۷) محدث رضی الدین ابن الحنبلیؒ (م ۹۷۱؁ھ) کہتے ہیں کہ :

عند الشَّافِعِيِ بِأَحد خَمْسَة أُمُور أَن يسْندهُ غَيره أَو أَن يُرْسِلهُ آخر وشيوخهما مُخْتَلفَة أَو أَن يعضده قَول صَحَابِيّ أَو أَن يعضده قَول / أَكثر الْعلمَاء أَو أَن يعرف أَنه لَا يُرْسل إِلَّا عَن عدل۔

امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ میں سے کسی ایک چیز کے ذریعہ کہ دوسرے نے اسے مسنداً بیان کیا ہو، یا کسی اور بھی اسے مرسلا روایت کیا ہو جبکہ دونوں کے شیوخ مختلف ہوں، یا کسی صحابی کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہو، یا اکثر علماء کا قول اس کا مؤید ہو یا ارسال کرنے والے کے بعد یہ معروف ہو کہ وہ عدل راوی سے ہی ارسال کرتا ہے۔ **(قفو الأثر في صفوة علوم الأثر: ص ٦٧)**

(۸)　امام ابو عبد اللہ، محمد بن ابراھیم بن سعد اللہ الکنانی الحمویؒ (م ۷۳۳ھ) کہتے ہیں کہ

وقد جعل الشافعي لمراسيل كبار التابعين مزية كما استحسن مرسل سعيد ثم المنقول عن الشافعي على ما نقله البيهقي وغيره أن المرسل إن أسنده حافظ غير مرسله أو أرسله عن غير شيوخ الأول فيه أو عضده قول صحابي أو فتوى أكثر العلماء أو عرف أنه لا يرسل إلا عن عدل قبل۔

امام شافعیؒ نے کبارِ تابعین کی مراسیل کو خصوصیت دی ہے، جیسا کہ آپ نے سعیدؒ کی مرسل کو پسند کیا ہے، پھر امام شافعیؒ سے منقول ہے جیسا کہ امام بیہقیؒ اور دوسروں نے نقل کیا ہے کہ اگر مرسل حدیث کو کسی دوسرے حافظ نے مسنداً بیان کیا ہو، یا مرسلاً ہی بیان کیا ہو مگر اس مرسِل کے شیخ، اول مرسِل کے شیخ کے علاوہ ہوں، (یعنی دونوں مرسِلوں کے شیخ الگ الگ ہوں) یا صحابیؓ کے قول یا اکثر علماء کے فتویٰ سے اس کی تائید ہوتی ہو، یا یہ معروف ہو کہ وہ عدل راوی سے ہی ارسال کرتا ہو، تو وہ مرسَل روایت قبول کی جائے گی۔ **(المنهل الروی للحموی: ص ۴۳)**۔

(۹)　حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) کہتے ہیں کہ

وقوله أو يفصل أشار به إلى ما نص عليه الشافعي - رحمه الله - تعالى في "الرسالة" حيث قال: إن مراسيل كبار التابعين حجة إن جاءت من وجه آخر، ولو مرسلة، أو كان المرسل لو سمى، لا يسمى إلا ثقة، كذا إذا اعتضدت بقول صحابي أو أكثر العلماء يكون حجة، ولا ينتهي إلى رتبة المتصل

متن کا قول ”یا تو اس میں تفصیل کی جائے گی“ آپ کا اشارہ امام شافعیؒ کے اس قول کی طرف ہے جو آپ نے اپنی کتاب ”الرسالہ“ میں صراحت سے بیان کیا ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں: کبارِ تابعین کی مراسیل حجت ہیں، جبکہ وہ دوسری سند سے آئیں، چاہے وہ دوسری سند مرسل ہی کیوں نہ ہو، یا ارسال کرنے والا جب بھی اپنے شیخ کا نام لے تو کسی ثقہ کا ہی نام لے (یعنی یہ معروف ہو کہ ان کے تمام شیوخ ثقہ ہیں) اسی طرح کسی صحابیؓ یا اکثر علماء کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہو، تو وہ مرسل حجت ہوگی، لیکن تب بھی متصل حدیث کے درجہ تک نہیں پہنچے گی۔۔(**الغاية في شرح الهداية في علم الرواية للسخاوى: ص۱۶۷**)

(۱۰) حافظ ابن رجبؒ (**م۷۹۵ھ**) نے بھی تقریباً یہی کہا ہے۔(**شرح علل ترمذی: ج۱: ص ۵۴۹**)

ائمہ کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل حجت ہوگی، جب ان کے ذکر کردہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط سے مرسل روایت کو تائید حاصل ہو جائے۔

امام شافعیؒ کے منہج سے اس کی دلیل:

پہلی مثال:

امام شافعیؒ (**م۲۰۴ھ**) نے ”**النهي عن بيع اللحم بالحيوان**“ کے مسئلے میں سعید بن المسیبؒ کی ایک مرسل حدیث سے احتجاج کیا ہے کہ:

أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم عن سعيد بن المسيب أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - نهى عن بيع الحيوان باللحم۔(کتاب الام: ج۳: ص ۸۲)

امام شافعیؒ کے اس احتجاج کی شرح میں امام ابو بکر البیہقیؒ (**م۴۵۸ھ**) کہتے ہیں کہ:

۔۔۔أكد (مرسل ابن المسيب) في (النهي عن بيع اللحم بالحيوان): - بقول الصديق - رضي الله عنه - وبأنه روي من أوجه أخر مرسلاً۔۔۔

حیوان کے گوشت کی بیع کی ممانعت میں ابن مسیبؒ کی مرسل کو تائید حاصل ہوتی ہے:

(۱) صدیق اکبرؓ کے قول سے اور

(۲) ایک دوسری مرسل روایت سے **(رسالة الإمام أبي بكر البيهقي إلى الإمام أبي محمد الجويني: ص ۹۱-۹۲)**

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث مرسل میں ان کی ذکر کردہ تمام شرائط کا ہونا ضروری نہیں۔

دوسری مثال:

امام شافعیؒ **(م ۲۰۴ھ)** نے حسن بصریؒ کی مرسل روایت نقل کی کہ "**لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدلٍ**" اور فرمایا:

وهذا وإن كان منقطعا دون النبي - صلى الله عليه وسلم - فإن أكثر أهل العلم يقول به ...... (قال الشافعي): وهو ثابت عن ابن عباس - رضي الله عنهما - وغيره من أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم -

یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے، رسول اللہ ﷺ سے (متصل) نہیں ہے، لیکن اکثر اہل علم یہی کہتے ہیں کہ نکاح میں ولی اور عادل گواہ ہونے چاہئے، اور یہی بات ابن عباسؓ اور دیگر اصحاب رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ **(کتاب الام للشافعی: ج ۵: ص ۱۸۰)**

امام صاحبؒ کی اس عبارت پر غور کریں کہ اس میں آپؒ نے مرسل کی تائید میں تمام شرائط کا لحاظ نہیں رکھا، بلکہ صرف ۲ شرائط کا ذکر کیا:

(۱) اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔

(۲) صحابیؓ کے فتوی سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل کی تائید میں ان کے ذکر کردہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی پائی جائے تب بھی مرسل حجت ہوگی۔

ایک قابل غور بات:

امام شافعیؒ نے حسن بصریؒ کی مراسیل سے احتجاج کیا ہے، جبکہ غیر مقلدین حضرات اور ائمہ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک حسن بصریؒ ہر ایک سے (یعنی ثقہ اور ضعیف دونوں طرح کے لوگوں سے) روایت لیتے تھے۔ **(سلسلة الاحاديث الضعيفة: ج ۲: ص ۷۳، سلسلة الحاديث الصحيحة: ج ٦: ص ۷۵٦، توضیح الکلام: ص ۵۴۴)**

لیکن اسکے باوجود بھی جب حسن بصریؒ کی مراسیل کی تائید ان کی کسی دوسری شرط سے ہوئی، تو امام شافعیؒ **(م ۲۰۴ھ)** نے ان کی مراسیل سے احتجاج کیا، دلیل پکڑی، صرف ایک مقام پر نہیں بلکہ کئی مقامات پر امام شافعیؒ نے مراسیل حسن بصری سے احتجاج کیا ہے، دیکھئے: **رسالة الإمام أبي بكر البيهقي إلى الإمام أبي محمد الجويني: ۹۱-۹۲، کتاب الام: ج ۱: ص ۲۳۴، ج ۳: ص ۷۲۔**

امام عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کی مراسیل سے امام شافعیؒ کا احتجاج:

حسن بصریؒ کے مراسیل کے ساتھ ساتھ امام شافعیؒ نے امام عطاء بن ابی رباحؒ **(م ۱۱۴ھ)** کی مراسیل سے بھی احتجاج کیا ہے۔ **(رسالة الإمام أبي بكر البيهقي إلى الإمام أبي محمد الجويني: ص ۹۴)** جبکہ ائمہ جرح وتعدیل اس پر متفق ہیں کہ وہ ہر ایک سے روایت لیتے تھے۔ **(اتحاف النبیل: ج ۲: ص ۱۴۲)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ **مرسل روایت میں اگر کبار تابعی ہر ایک سے روایت کرنے والا ہو، تب بھی اس کی مراسیل حجت ہوں گی، بشرطیکہ ان کی مرسل روایت کی تائید امام شافعیؒ کی بیان کردہ کسی ایک شرط سے ہو جائے۔**

اور امام ابو عبد اللہ، محمد بن ابراھیم بن سعد اللہ الکنانی الحمویؒ **(م ۷۳۳ھ)**، حافظ ابن کثیرؒ، حافظ ابن **الملقن**ؒ، حافظ سخاوی، محدث ابن الحنبلیؒ وغیرہ نے کہا کہ اگر تابعی کبیر صرف ثقہ سے روایت کرنے والا ہو، تو ایسے راوی کی تنہا مرسل روایت مستقل شرط ہونے کی وجہ سے، امام شافعیؒ کے نزدیک مقبول اور حجت ہو گی۔ **(دیکھئے: ص ۴)**[2]

---

[2] یہ شرط درصل امام شافعیؒ نے ارسال کرنے والے (یعنی مرسِل) کیلئے مقرر فرمائی ہے، یہ شرط کوئی لازمی شرط نہیں بلکہ اگر پائی جائے، تو نور علی نور ہے۔

ورنہ چونکہ راوی کبار تابعین میں سے ہے، جو کہ بنیادی شرط ہے، **(ص: ۲)** اور ارسال کرنے والے کی مرسل روایت میں امام شافعیؒ کی (مرسل روایت کیلئے) ذکر کردہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی پائی جائے، تو اس مرسِل راوی کا ہر ایک سے روایت کرنے کا احتمال ختم ہو جاتا ہے اور اس خاص مرسل روایت میں اس کا ہر ایک سے روایت کرنے والی بات نقصان دہ نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک کبار تابعی سے مراد کون ؟؟؟

امام شافعیؒ نے مراسیل کو قبول کرنے میں پہلی بات یہ کہی ہے کہ راوی کبار تابعین میں سے ہو، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس شرط کو بنیادی شرط قرار دیا ہے، کیونکہ اگر راوی کبار تابعی میں سے نہ ہو، تو امام شافعیؒ اس کی مراسیل کو حجت نہیں سمجھتے۔ دیکھئے **کتاب الرسالۃ: ص ۴۶۵۔**

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کر دیا جائے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کبار تابعی سے مراد کون لوگ ہیں؟؟

حافظ ابن رجبؒ (**م ۷۹۵ھ**) امام شافعیؒ (**م ۲۰۴ھ**) کی عبارت کی شرح میں کہتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے):

أن یکون من کبار التابعین فإنهم لا یروون غالبا إلا عن صحابي، أو تابعي کبیر۔

کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کبار تابعی وہ ہے، جو عام طورے صحابیؓ یا (متقدِم) کبار تابعی سے روایت کریں۔

(شرح علل ترمذی: ج ۱: ص ۵۴۷)

معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کبار تابعی وہ ہے جو عام طورے صحابیؓ یا متقدِم کبار تابعی سے روایت کرے،

یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ اور ایک جماعت کے نزدیک حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، طاوسؒ، عروۃ بن زبیرؒ، سلیمان بن یسارؒ، ابن سیرینؒ وغیرہ حضرات کبار تابعین میں سے ہیں۔ (**رسالة الإمام أبي بکر البیهقي إلی الإمام أبي محمد الجویني: ص ۹۴**)

خلاصہ:

ان تمام وجوہات کی بنا پر اس مضمون کے شروع میں امام شافعیؒ کی شرائط کو ۲ حصہ میں تقسیم کیا گیا تھا،

i- مرسِل (ارسال کرنے والے) کے لئے شرائط۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے ایسے لوگوں کی مراسیل سے بھی احتجاج کیا ہے، جو محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک ہر ایک سے روایت لینے والے ہیں۔ (**دیکھئے ص: ۹**)

ii- مرسل روایت کی شرائط۔

اور پھر امام شافعیؒ کے کلام، منہج اور ائمہ محدثین کے فہم کے مطابق یہ واضح کیا گیا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اصل راوی کبیر تابعی ہو اور اگر اس کی مرسل روایت میں (امام شافعیؒ کی ذکر دہ مرسل روایت کی ۴ شرائط میں سے) کوئی ایک شرط پائی جائے، تو ایسی روایت امام شافعیؒ کے نزدیک مقبول اور حجت ہیں۔ نیز ائمہ محدثین کے نزدیک بھی مرسل معتضد مقبول ہیں۔

مرسل معتضد کے سلسلہ میں دیگر ائمہ محدثین کے ارشادات:

امام شافعیؒ کی طرح محدثین کی ایک جماعت بھی مرسل معتضد کو حجت مانتی ہے:

(۱) امام ابو بکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

" أن يكون الذي أرسله من كبار التابعين الذين إذا ذكروا من سمعوا منه ذكروا قوما عدولا يوثق بخبرهم. فهذا إذا أرسل حديثا نظر في مرسله، فإن انضم إليه ما يؤكده من مرسل غيره، أو قول واحد من الصحابة، أو إليه ذهب عوامّ من أهل العلم - فإنّا نقبل مرسله في الأحكام"

یہ کہ اس (روایت) کو مرسلاً بیان کرنے والا ایسے کبارِ تابعین میں سے ہو کہ جب وہ اپنے شیوخ کا ذکر کریں تو ایسے لوگ ذکر کریں جو عادل ہوں جن کی خبر پر اعتماد کیا جاتا ہو، تو ایسا راوی جب کوئی حدیث مرسلاً بیان کرے تو اس کی مرسل روایت میں غور کیا جائے گا، اگر اسکے ساتھ کوئی ایسی چیز مل جاتی ہے جس سے اسے تقویت ہوتی ہے، جیسے کسی اور کی مرسل یا صحابہؓ میں سے کسی کا قول یا عامۃً اہل علم اسی طرف گئے ہوں، تو اسکی مرسل کو ہم احکام میں قبول کرتے ہیں۔ **(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۱: ص ۴۰)**

(۲) امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں:

" فإن المرسل إذا صح إلى تابعي كبير، فهو حجة عند خلق من الفقهاء"

پھر مرسَل جب تابعی کبیر تک صحیح ہو، تو وہ فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک حجت ہے۔ **(الموقظة: ص ۳۹)**،

(۳) حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) کہتے ہیں:

" اعلم أن حكم المرسل حكم الحديث الضعيف، إلا أن يصح مخرجه بمجيئه من وجه آخر"

جان لو! مرسل ضعیف حدیث کے حکم میں ہے، الا یہ کہ اس کا مخرج صحیح ثابت ہو، اس طور پر کہ دوسری سند سے بھی آجائے۔ **(مقدمہ ابن الصلاح: ص ۵۳)**۔

(۴) حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

" إِذَا صَحَّ يَعْنِي ثَبَتَ (لَنَا) أَهْلِ الْحَدِيثِ، خُصُوصًا الشَّافِعِيَّةَ، تَبَعًا لِنَصِّ إِمَامِهِمْ (مَخْرَجُهُ) أَيِ: اتِّصَالُ الْمُرْسَلِ (بِمُسْنَدٍ) يَجِيءُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ صَحِيحٍ أَوْ حَسَنٍ أَوْ ضَعِيفٍ يَعْتَضِدُ بِهِ (أَوْ) بِـ (مُرْسَلٍ) آخَرَ (يُخْرِجُهُ) أَيْ: يُرْسِلُهُ (مَنْ لَيْسَ يَرْوِي عَنْ رِجَالٍ) أَيْ: شُيُوخِ رَاوِي الْمُرْسَلِ (الْأَوَّلِ) حَتَّى يَغْلِبَ عَلَى الظَّنِّ عَدَمُ اتِّحَادِهِمَا (نَقْبَلْهُ) بِالْجَزْمِ"

جب ہمارے نزدیک (یعنی) اہل حدیث، خاص کر شافعیہ کے نزدیک، ان کے امام کی تصریح کے مطابق، اس کا مخرج صحیح یعنی ثابت ہو جائے، کسی مسند کی وجہ سے، جو صحیح یا حسن یا ضعیف سے سند آئے جس سے وہ مرسل تقویت پائے، یا کسی دوسری مرسل کی وجہ سے، جسے ایسا راوی ارسالاً بیان کر رہا ہو جس کے شیوخ پہلی مرسل روایت کرنے والے کے شیوخ کے علاوہ ہوں، (یعنی دونوں ارسال کرنے والوں کے شیوخ الگ الگ ہوں) یہاں تک کہ یہ غالب گمان ہو جائے کہ دونوں کا مخرج ایک نہیں ہے، تو یقیناً ہم اسے قبول کریں گے۔

(فتح المغیث: ج ۱: ص ۱۸۳، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے **الغاية في شرح الهداية في علم الرواية للسخاوى: ص ۱۶۶)**

(۵) حافظ ابو الفضل العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) کہتے ہیں:

" لَكِنْ إِذَا صَحَّ لَنَا مَخْرَجُهُ... بِمُسْنَدٍ أَو مُرْسَلٍ يُخْرِجُهُ

مَنْ لَيْسَ يَرْوِي عَنْ رِجَالِ الأَوَّلِ... نَقْبَلْهُ"

لیکن جب اس کا مخرج ہمارے نزدیک ثابت ہو جائے، کسی اور مسند کی وجہ سے، یا کسی ایسی مرسل کی وجہ سے، جسے ایسے راوی نے روایت کیا ہو جو پہلے کے رجال سے روایت نہیں کرتا ہے، تو ہم اس مرسل کو قبول کریں گے۔ **(الألفیۃ للعراقی: ص ۱۰۴، نیز دیکھئے شرح التبصرۃ والتذکرۃ = ألفیۃ للعراقي: ج ۱: ص ۲۰۷)۔**

(۶) امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

" فإن صح مخرج المرسل بمجيئه من وجه آخر مسنداً أو مرسلاً أرسله من أخذ عن غير رجال الأول كان صحيحاً، ويتبين بذلك صحة المرسل وأنهما صحيحان لو عارضهما صحيح من طريق رجحناهما عليه إذا تعذر الجمع "

لہذا اگر حدیث مرسل کا مخرج صحیح ثابت ہو جائے، دوسری طریق سے وہ حدیث اس طور پر مسند یا مرسل آجائے کہ اسے ایسے شخص نے ارسال کیا ہو جس نے پہلی مرسل حدیث کے رجال سے حدیث نہ لی ہو، تو یہ صحیح ہو جائے گی اور اسی کے ساتھ مرسل کی صحت واضح ہو جائے گی اور یہ دونوں مرسل صحیح ہوں گی اور ان دونوں کے مقابلے میں کوئی حدیث صحیح ایک سند سے آجائے اور ان جمع و تطبیق متعذر ہو، تو ہم ان دونوں مرسل حدیثوں کو اس صحیح حدیث پر ترجیح دیں گے۔ **(التقریب للنووی: ص ۳۵)۔**

(۷) امام ابو عبد اللہ، محمد بن ابراھیم بن سعد اللہ الکنانی الحمویؒ (م ۷۳۳ھ) کہتے ہیں:

" حكم الْمُرْسل حكم الضَّعِيف إِلَّا أَن يَصح مخرجه بمجيئه من وَجه آخر إِمَّا مُسْندًا أَو مُرْسلا عَن غير رجال الأول فَيكون حجَّة محتجا بِهِ "

مرسل کا حکم وہی ہے جو ضعیف کا حکم ہے، الا یہ کہ اس کا مخرج صحیح ثابت ہو جائے، اس طور پر کہ وہ دوسری سند سے آجائے، یا تو مسنداً یا مرسلاً مگر اس کے رواۃ دوسرے ہوں، اس صورت میں وہ حجت ہو گی، اس سے حجت پکڑی جائے گی۔ **(المنہل الروی للحموی: ص ۴۳)۔**

(۸) حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں:

" أن المجموع حجة "

مرسل اور اسکی تائید کرنے والی دوسری مرسل یا مسند کا مجموعہ حجت ہے۔ **(النکت لابن حجر: ج ۲: ص ۵۶۶)**،

(۹) امام شرف الدین الطیبیؒ **(م ۷۴۳؁ھ)** فرماتے ہیں:

" قيل يُحتج بالمرسل مطلقًا، وردَّه قوم مطلقًا، والأَوْلى إن صح مخرجه لمجيئه من وجه آخر مُسندًا عن غير رجال الأول، فهو حُجَّةٌ وعليه جماهير العلماء والمحدثين ولذلك احتج الشافعي بمراسيل ابن المسيب "

ایک قول ہے کہ مرسل سے مطلقا احتجاج کیا جائے گا، جبکہ دوسرے لوگوں نے اسے مطلقاً رد کیا ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ اگر اس کا مخرج صحیح ہو، اس طور پر دوسری سند سے مسنداً مروی ہو، جس کے روات پہلی (مرسل) کے کے روات کے علاوہ ہوں، تو وہ حجت ہوگی، جمہور علماء اور محدثین کا یہ مذہب ہے، اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے ابن المسیبؒ کی مراسیل سے حجت پکڑی ہے۔ **(الخلاصة فی معرفة الحدیث: ص ۷۲)**،

(۱۰) حافظ ابن القیمؒ **(م ۷۵۱؁ھ)** کہتے ہیں:

" الْمُرْسَلُ إِذَا اتَّصَلَ بِهِ عَمَلٌ، وَعَضَّدَهُ قِيَاسٌ، أَوْ قَوْلُ صَحَابِيٍّ، أَوْ كَانَ مُرْسِلُهُ مَعْرُوفًا بِاخْتِيَارِ الشُّيُوخِ وَرَغْبَتِهِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْمَتْرُوكِينَ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا يَقْتَضِي قُوَّتَهُ عُمِلَ بِهِ "

مرسل سے جب عمل جڑا ہو اور قیاس یا قول صحابی اس کو تقویت دے رہا ہو، یا ارسال کرنے والا (ثقہ) شیوخ کو اختیار کرنے اور ضعفاء ومتروکین سے اعراض کرنے میں معروف ہو، اسی طرح دوسری چیزیں ہوں جو اس کی تقویت کا تقاضا کرتی ہوں، تو اس (مرسل) پر عمل کیا جائے گا۔ **(زاد المعاد: ج ۱: ص ۳۶۷)**

- ایک اور مقام پر امام صاحبؒ کہتے ہیں:

" هذه الآثار يقوي بعضها بعضا، وقد تعددت مخارجها واختلفت طرقها، ومرسلها يعضد بمسندها "

یہ آثار ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں، ان کی مخارج متعدد ہیں اور سندیں مختلف ہیں، اور ان میں مرسل مسند سے مؤید ہو رہی ہیں۔ **(زاد المعاد: ج۱: ص۳۶۷)**

(۱۱) حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) کہتے ہیں:

" **المرسل إذا روى من جهات مختلفة لا سيما ممن له عناية بهذا الأمر ويتبع له كان كالمسند** "

مرسل جب مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہو خاصکر اس شخص کی طرف سے جسے اس چیز (حدیث شریف) کا اہتمام ہو اور اس کی اتباع کیا جاتی ہو، تو وہ (مرسل) مسند کی طرح ہو گی۔ **(الصارم المسلول: ص۱۴۳)**،

- ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

" **هذا المرسل قد عضده ظاهر القرآن والسنة، وقال به جماهير أهل العلم من الصحابة والتابعين ومرسله من أكابر التابعين، ومثل هذا المرسل يحتج به باتفاق الأئمة الأربعة** "

اس مرسل کو قرآن و سنت کا ظاہر تقویت دے رہا ہے، اور صحابہ و تابعین میں سے جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں، اور اس کو مرسلاً بیان کرنے والا بڑے درجے کے تابعین میں سے ہے، اس طرح کی مرسل سے باتفاق ائمہ اربعہ حجت پکڑی جاتی ہے۔ **(الفتاوی الکبری: ج۲: ص۲۸۹)**،

- ایک جگہ تحریر کرتے ہیں:

" **المرسل في أحد قولي العلماء حجة كمذهب أبي حنيفة ومالك وأحمد في إحدى الروايتين عنه، وفي الآخر هو حجة إذا عضده قول جمهور أهل العلم، وظاهر القرآن أو أرسل من وجه آخر، وهذا قول الشافعي، فمثل هذا المرسل حجة باتفاق العلماء** "

مرسل، علماء کے دو میں اسے ایک قول میں حجت ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد کا مذہب ہے، اور دوسرے قول میں وہ اس وقت حجت ہے، جب جمہور اہل علم کے قول اور ظاہر قرآن سے اسے

تقویت ہوتی ہو، یا دوسری سند سے مرسلاً بیان کی گئی ہو، یہ امام شافعیؒ کا قول ہے، تو اس طرح کی مرسل باتفاق علماء حجت ہے ۔**(ایضاً: ج۳: ص۱۰۹، دیکھئے بیان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية: ج٦: ص۴۴۸)**

معلوم ہوا کہ مرسل معتضد یعنی وہ مرسل جس کی تائید دوسری ضعیف مرسل یا مسند سے ہو جائے، تو وہ امام شافعیؒ **(م۲۰۴؁ھ)** کے ساتھ ساتھ محدثین اور ائمہ کے نزدیک صحیح اور حجت ہے۔

مرسل معتضد پر اہل حدیث علماء کے اعتراضات کے جوابات۔

اہل حدیث حضرات کے نزدیک مرسل معتضد حجت ہے۔(**الاجماع : ش ا: ص ٦٥**)، مگر ارشاد الحق اثری صاحب اور دیگر علماء اس پر چند اعتراضات کئے ہیں، جو مع جواب ملاحظہ فرمائیے۔

اعتراض نمبر ا :

یحیی گوندلوی صاحب کہتے ہیں کہ مرسل معتضد اس وقت حجت ہوتی ہے، جب تابعی کی عادت ہو کہ جب چھوڑے تو ثقہ چھوڑے، مگر ابو العالیہ الریاحیؒ کے متعلق ثابت نہیں، اس کے بعد موصوف نے حافظ ذہبیؒ کی عبارت نقل کی۔(**خیر الکلام: ص ۲۵۹**)

الجواب نمبر ا :

ابو العالیہؒ (م ۹۳ھ) کے متعلق یہ ثابت نہیں کہ وہ غیر ثقہ سے ارسال کرتے تھے، لہذا راجح یہی ہے کہ وہ روایت لینے میں چھان بین کرتے اور عام طور سے ثقہ یا صدوق سے روایت لیتے تھے۔(**اس کی تفصیل اگلے شمارے میں آئے گی**)

الجواب نمبر ۲ :

اگر بالفرض ابو العالیہؒ غیر ثقہ سے ارسال کرتے تھے، تب بھی ابن عباسؓ کی متصل روایت (**القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص ۱۰۹، تفسیر ابن جریر الطبری: ج ۱۳: ص ۳۵۰، الاعتبار للحازمی: ص ۹۸**) کی وجہ سے ابو العالیہؒ کی مرسل روایت امام شافعیؒ اور ائمہ عظامؒ کے منہج کے مطابق مقبول اور حجت ہے، دیکھئے **ص:۸**۔

لہذا اہلحدیث حضرات یا تو یہ روایت مرسل معتضد ہونے کی وجہ قبول کرلیں، ورنہ سلف وائمہ محدثین کے منہج کے مقابلے میں آکر، مرسل معتضد کی حجیت کا انکار کردیں، جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب نے کیا ہے۔(**اختصار علوم الحدیث مترجم: ص ۳۷**)

لیکن گزارش ہے کہ امام شافعیؒ، ائمہ محدثین کا نام اور مرسل معتضد کی حجیت، اور اس کے اصول وضوابط کا اقرار کرکے، اس روایت کا انکار نہ کریں۔

اعتراض نمبر ۲ :

ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ بلاشبہ مرسل معتضد حجت ہے، مگر اسی وقت جب کہ وہ صحیح روایات کے خلاف نہ ہو۔

الجواب:

اولاً: ہمارے علم کے مطابق اثری صاحب نے یہ شرط امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) سے لی ہے کیونکہ انہوں نے یہ شرط اپنی کتاب میں ذکر کی ہے۔ **(کتاب القراءت للبیہقی: ص ۲۰۱)**، اور یہاں مرسل صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو، سے امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) کی مراد یہ ہے کہ ثقہ مرسِل اپنی روایت میں اوثق راوی کی روایت کے الفاظ کی مخالفت نہ کرتا ہو، کیونکہ امام بیہقیؒ جگہ جگہ امام شافعیؒ کے آثار سے استدلال کیا ہے اور امام شافعیؒ کے آثار میں اس کی صراحت موجود ہے کہ " **يكون إذا شرك أحدا من الحفاظ في حديث لم يخالفه , فإن خالفه وجد حديثه أنقص كانت في هذه دلائل على صحة مخرج حديثه ومتى خالف ما وصفت أضر بحديثه حتى لا يسع أحدا منهم قبول مرسله** "۔ **(معرفۃ السنن والآثار: ج۱: ص ۱۶۲)** نیز امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ میں شرائط کتاب المدخل کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ **(کتاب القراءت للبیہقی: ص ۲۰۱)**، اور کتاب المدخل میں بھی وہی بات ہے جو ہم نے کتاب المعرفۃ کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ **(کتاب المدخل للبیہقی: ج۱: ص ۳۴۷، ت محمد عوامہ)**، لہذا یہاں پر شرط صحیح حدیث سے مراد شاذ والی بات ہے، جس کا ابو العالیہؒ والی روایت سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے، کیونکہ ابو العالیہؒ نے اپنی روایت کے الفاظ کو بیان کرنے میں کسی بھی اوثق راوی کی مخالفت نہیں کی۔

دوم: اگر ارشاد الحق اثری صاحب کو اصرار ہے کہ یہاں پر صحیح حدیث سے مراد اس مسئلے میں موجود دوسری صحیح متصل روایات ہے تو عرض ہے کہ امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) نے اس اصول کا رد کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ " **فإن صح مخرج المرسل بمجيئه من وجه آخر مسنداً أو مرسلاً أرسله من أخذ عن غير رجال الأول كان صحيحاً , ويتبين بذلك صحة المرسل وأنهما صحيحان لو عارضهما صحيح من طريق رجحناهما عليه إذا تعذر الجمع** " لہذا اگر حدیث مرسل کا مخرج صحیح ثابت ہو جائے، دوسری طریق سے وہ حدیث اس طور پر مسند یا مرسل آجائے کہ اسے ایسے شخص نے ارسال کیا ہو جس نے پہلی مرسل حدیث کے رجال سے حدیث نہ لی ہو، تو یہ صحیح ہو جائے گی اور اسی کے ساتھ مرسل کی صحت واضح ہو جائے گی اور یہ دونوں مرسل صحیح ہوں گی اور ان دونوں کے مقابلے میں کوئی حدیث صحیح ایک

سند سے آجائے اور ان میں جمع و تطبیق متعذر ہو، تو ہم ان دونوں مرسل حدیثوں کو اس صحیح حدیث پر ترجیح دیں گے۔ **(التقریب للنووی: ص ۳۵)**

لہذا راجح بات وہی ہے جو ہم نے (اولاً کے تحت) ذکر کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مرسل معتضد یعنی وہ مرسل جس کی تائید دوسری ضعیف مرسل یا مسند ہو جائے، تو وہ امام شافعیؒ (م **۲۰۴ھ**) کے ساتھ ساتھ محدثین اور ائمہ کے نزدیک صحیح اور حجت ہے۔